© rasailojaraid.com

حکومت اور مدارس عربیہ کی "اصلاح" کے ارادے

مگر افسوس تو ہمیں اپنوں کی بعض ایسی دردمندانہ "تجاویز اور منصوبوں" کو دیکھ کر ہوتا ہے جو علماء اور طلبۂ مدارس عربیہ کی خیر خواہی اور ان کی حالت بہتر بنانے کی شکل میں ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

مثال کے طور پر ہمارے محترم وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کا ایک انٹرویو مطبوعہ جنگ ۲۷ فروری ۱۹۷۵ء ہمارے سامنے ہے انہوں نے دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی تردید کے باوجود کچھ باتیں ایسی کی ہیں جن پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ انہیں ان مدارس کے اساتذہ کی تنخواہوں اور طالب علموں کی حالت بہتر بنانے کی بھی فکر ہے۔ کیونکہ بقول ان کے یہ لوگ دستِ سوال دراز کئے پھرتے ہیں۔ مدارس عربیہ کو مالی امداد دینے کا بھی ذکر ہے۔ مگر کیا محترم مولانا یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ حصولِ علم دین کی راہ میں اپنی جوانیوں کی متاع عزیز جو لٹا دیتے ہیں ان کا مطمح نظر دنیاوی آسودگی اور آسائش حیات نہیں ہوتا۔ زندگی کے دیگر شعبوں میں جا کر یہ راستے تو ان پر بھی وا ہو سکتے تھے۔ مگر انہوں نے سوچ کر اور ایسی تمام خواہشات کی قربانی دیکر اپنی زندگیاں کتاب و سنت کی شمع تابناک کو فروزاں رکھنے کیلئے وقف کر دیں انہیں معلوم ہے کہ یہ راہ و رسم دفا مادی خوشحالی کی کبھی مرہون نہیں رہی، یہ کانٹوں کی سیج ہے۔ پھولوں کا نہیں، اصحابِ صفہ کی سیرت مقدسہ ان کے سامنے ہے۔ اور وہ زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ جنہیں مادی حالت کی بہتری اور دنیوی جاہ و جلال، عہدے اور مناصب جلیلہ درکار ہوں تو انہیں اس راہ عشق سے کیا سروکار۔ ؎

جس کو ہو جان و دل عزیز تیری گلی میں جائے کیوں

ان لوگوں نے انگریز کے عہد غلامی میں چٹائیوں اور بوریوں کی رہائش اور روکھے سوکھے ٹکڑوں پر قناعت کو ترجیح دی ورنہ انگریزی مراحم و عنایات کے دروازے ان پر بھی کھل سکتے تھے۔ یونیورسٹیوں کی محلاتی زندگیاں انہیں پکار رہی تھیں وہ بھی سر اور خان بہادر بن سکتے تھے شمس الاسلام اور شیخ الاسلام جیسے مناصب تو خان بہادر اور سر سے بھی سستے داموں بک رہے تھے مگر ان فقراء زہد و علم نے یہ سب کچھ ٹھکرایا پھر خدائے غیور کی بارگاہ سے کوئی سید احمد شہیدؒ بن کر نکلا کوئی محمد قاسم نانوتویؒ کوئی شیخ الہندؒ اور کوئی شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے اسلامیانِ ہند کے قلوب پر بے تاج حکمران بنا۔

پھر مولانا یہ کیوں بھول گئے کہ اس سے قبل بھی معیارِ زندگی کی بلندی اور معاشی بہتری کے نام پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کئے گئے ایسے سنہری عہد و پیمان کا کیا حشر ہوا۔ مساجد اور مزارات کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی اصلاحی جذبات سامنے آئے تھے خطباء کی معاشی حالت کی بہتری اور باعزت مقام اور وقار کے مژدے بھی دیئے گئے، مساجد خانقاہوں اور مزارات کی خاطر خواہ دیکھ بھال کرنے کے وعدے بھی ہوئے، لیکن کیا بعد کے واقعات نے ان ساری باتوں کو سراب نہیں ثابت کیا بہت سی مساجد کی آمدنی لاکھوں تک پہنچتی تھی، آج وہ کس بیرسی کے کس عالم میں ہیں۔ بسا اوقات ایک چٹائی اور بلب کیلئے مسجدیں ترستی ہیں کچھ دیندار نمازی از خود چندے اکٹھے کرکر کے دیکھ بھال کا کام چلا لیتے ہیں۔ وقف املاک کی لاکھوں آمدنی اپنے اصل شرعی مصارف پر خرچ ہونے کی بجائے افسران اور انتظامیہ کے فوج ظفر موج کی بھاری تنخواہوں اور تکلفات پر لگ جاتی ہے اور کچھ یورپ کی مادی اور غیر مذہبی تعلیم کے وظیفوں اور نام نہاد ثقافتی سرگرمیوں پر۔ خطیبوں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ رکی رہتی ہیں۔ معیار زندگی بلند تو کیا ہوتا اوقاف کے بیشمار خطیب ایسے بھی ہیں جن کی تنخواہ اس جان لیوا گرانی میں بھی پچاس روپے سے متجاوز نہیں پھر ظلم یہ کہ وہ مستقل سیاسی جوڑ توڑ کے رحم وکرم پر رہتے ہیں، نمازیوں کی سیاسی وابستگیوں کی رسہ کشی کا شکار رہتے ہیں۔ اور جدھر کا پلڑا سرکار دالاتبار کے ہاں بھاری ہوا خطیب اس کی زد میں آ گیا اور ایک پٹواری کی طرح جب چاہا ایک مسجد سے اٹھا کر دور دراز کسی شہر میں تبدیل کر دیا۔ پھر ۶۵ سال عمر کے جرم میں ریٹائرمنٹ کی تلوار الگ سر پر مسلّط حالانکہ منصب وعظ و ہدایت اور مقام رشد و تبلیغ میں عمر کے ساتھ اور بھی پختگی اور رسوخ آتا ہے۔ ہمیشہ سے یہ لائن ریٹائرمنٹ کی لعنت سے یکسر ناآشنا رہی ہے۔ رہی سہی کسر جو رہ گئی تھی، اب ان بیچاروں کو خطبہ میں "وحدت موضوع اور تحدید مضامین" کے شکنجوں میں کس کر پوری ہو جائے گی۔

سکولوں، کالجوں میں اسلامیات کی حالت

پھر پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور سکولوں کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی دلنواز اور جاذب نظر نغمے سننے میں آئے کہ اب ان اداروں کی کایا پلٹ جائے گی۔ نتیجۃً جو ادارے عام مسلمانوں کے جذبات ملی کے سہارے چل رہے تھے وہ رضا کارانہ جذبات اور مسلمانوں کے تعاون سے محروم ہو گئے اور دو ڈھائی سال گذر جانے کے باوجود اب بھی غیر یقینی کیفیت سے دوچار ہیں نہ ان اداروں کے اساتذہ کو مستقل ہونے کے پروانے مل سکے ہیں نہ واضح طور پر ان کے مشاہروں کا تعین ہو چکا ہے۔ اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ تنخواہوں کی حد بندی کا مسئلہ اٹھا بھی تو جو حکومت دینی مدارس کی معاشی

© rasailojaraid.com